رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۱۴۰

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ایل ایل بی (عثمانیہ)

شرح چندہ

سالانہ .... ۔/۵
ششماہی .... ۔/۳
سہ ماہی ۱۲/۱

قیمت فی پرچہ (۲/)

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

جلد ۳ | ۱۰ فروردی ۱۳۵۳ ف | ۱۶ صفر ۱۳۶۳ھ | ۱۲ فروری ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر ۳۴

مسلم لیگ اور ہندوستان کی آزادی

ایک اشتراکی لیڈر کے خیالات

مشہور اشتراکی لیڈر سجاد ظہیر کا ایک طویل مضمون عنوان "لا پیپلز وار" میں شائع ہوا ہے جس میں ہندو مسلم تعلقات کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مضمون سے چند اہم اقتباسات کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

کانگریسیوں کی ایک بڑی تعداد میں یہ خیال عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ مسلم لیگ اور اس کی قیادت کٹر فرقہ پرست ہے جو اپنے فرقہ داری اور ذاتی اغراض کے لئے ملک کے عام مفاد کو قربان کرنے میں پس و پیش نہیں کرتی۔ پاکستان کے مطالبہ کے پیچھے برطانوی ملوکیت کا ہاتھ ہے تاکہ ملک کی وحدت میں انتشار پیدا کر کے ہندوستان کی سیاسی و معاشی غلامی کو برقرار رکھا جائے۔ لیگ اور اس کے مطالبۂ پاکستان کے متعلق یہ رائے قائم کرنے کے بعد اب کانگریس لیگ سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ لیگ سے اتحاد ناممکن ہے۔

بہرحال لیگ کے قیام سے اب تک ہندو مسلم تعلقات کی جو تاریخ رہی ہے اس پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو اس سے واضح ہو جائے گا کہ مسلمانان ہند کا مطالبۂ پاکستان اس سیاسی شعور کا منطقی نتیجہ ہے جو مسلمانان ہند میں پیدا ہوا اور جس کے شعور آزادی کی قومی تحریک کے ساتھ ساتھ نشو و نما پاتا رہا۔ مسلم لیگ ۱۹۰۶ء میں قائم ہوئی۔ اس وقت اس کا سیاسی مطالبہ یہ تھا کہ اصلاحات کی اس اسکیم میں جو لارڈ منٹو تیار کر رہے تھے مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخابات دیے جائیں اور مقننہ میں ان کی نشستیں محفوظ رکھی جائیں۔ اکثر قوم پرست اصحاب کا خیال ہے کہ جداگانہ انتخابات کا اصول قوت کی وحدت میں انتشار پیدا کرتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ برطانوی سامراج کی ایک چال تھی۔ مگر یہ بات فراموش کر دی جاتی ہے کہ ہندو مسلم مسئلہ سامراج کا پیدا کردہ نہیں ہے بلکہ اس کے باوجود کے چند تاریخی اسباب ہیں اور برطانوی سامراج اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ جس طرح برطانوی سامراج اس مسئلے سے فائدہ اٹھا رہا ہے اسی طرح ہمارا بھی فرض ہے کہ اس مسئلہ کو حل کر کے صورت حال کو اپنے موافق بنا لیں۔

جداگانہ انتخابات

کیا جداگانہ انتخابات اور تحفظ نشست کا مطالبہ جو ۱۹۰۶ء میں لیگ نے پیش کیا تھا ناجائز اور غیر جمہوری ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے یہ دیکھنا چاہئے اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت کیا تھی اور ملک کی عام سیاسی صورت حال سے اس کا کیا تعلق تھا۔ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے قیام اور ۱۸۵۷ء کے واقعات کے بعد وہ علاقے جہاں بڑے پیمانے پر صنعتی اور تجارتی اور تعلیمی ترقی ہوئی وہ کلکتہ، بمبئی اور مدراس تھے۔ وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی جیسے پنجاب، صوبہ سرحد، بنگال، سندھ اور بلوچستان پست اور غیر ترقی یافتہ تھے۔ اس کے علاوہ چند تاریخی وجوہ سے مسلمانوں نے جدید تعلیم سے استفادہ نہیں کیا تھا۔ اگر ہم اس بات کو ذہن نشین رکھیں کہ اس وقت جائیداد کو حق رائے دہی کا معیار قرار دیا گیا تھا اور صرف تعلیم یافتہ اشخاص ہی انتخاب کے لئے موزوں تھے۔ ان حالات میں طبقۂ متوسط کے تعلیم یافتہ مسلمان صرف جداگانہ انتخابات کے ذریعہ ہی منتخب ہو سکتے تھے۔ اس پس منظر پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے سیاسی ارتقا کی اس منزل پر جداگانہ انتخابات کا مطالبہ بالکل جائز تھا کیونکہ یہی ایک جمہوری طریقہ تھا جس کے ذریعہ متوسط طبقہ کے تعلیم یافتہ مسلمان مسلم قوم کے مفادات کی حفاظت کر سکتے تھے۔ یہ مطالبہ ملک کے ایک ایسے طبقہ کی جانب سے کیا گیا تھا جو معاشی اور سیاسی اعتبار سے بہت پست تھا۔

حکومت خود اختیاری کا مطالبہ

بہرحال مسلم لیگ کے قائم ہونے کے بعد پانچ سال کے اندر ۱۹۱۲ء تک حکومت خود اختیاری کا حصول اس کا نصب العین قرار پایا۔ ترکی سلطنت کا انتشار ایران پر زار روس کا حملہ، لیبیا میں مسلمانوں کی تباہی یہ ایسے واقعات تھے جن سے مسلمانان ہند میں سامراج کے خلاف جذبات مشتعل ہوئے۔ ابوالکلام آزاد نے اردو ہفتہ وار "الہلال" کے ذریعہ اور محمد علی نے انگریزی ہفتہ وار "کامریڈ" کے ذریعہ مسلمانوں کو مطالبۂ آزادی کے لئے تیار کیا۔ جب لیگ نے حکومت خود اختیاری کو اپنا نصب العین قرار دیا اور ۱۹۰۶ء میں کانگریس نے بھی یہی نصب العین قرار دیا تھا تو ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتیں ایک دوسرے سے قریب آگئیں۔ ۱۹۱۵ء میں بمقام بمبئی لیگ اور کانگریس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ ہندو مسلم مسئلہ کی نسبت ان دونوں اداروں میں گفتگوئے مفاہمت شروع ہوئی اس کے نتیجے کے طور پر لیگ اور کانگریس میں ایک سمجھوتہ ہوگیا جس کی توثیق ۱۹۱۶ء میں بمقام لکھنؤ ہوئی۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰)

مملکت
ہفتہ وار

جلد ۳	۱۰ فروری ۱۳۵۷ف	نمبر ۳۴

عوام کے دشمن

یہ امر موجب طمانیت ہے کہ حکومت سرکار عالی نے پیاز، کوئلہ، لکڑی اور زندہ مویشیوں کی برآمد ناممنوع قرار دی ہے۔ حکومت نے یہ بھی طے کیا ہے کہ دودھ دینے والی گائے، بھینس، بکری نیز باردار گائے، بھینس، بکری اور دو سال سے کم عمر کے بکرے ذبح نہ کئے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مرغی اور انڈوں کی برآمد بھی ممنوع قرار دی گئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان احکام کی سخت ضرورت تھی اور رائے عامہ کا تقاضا بھی یہی تھا۔ عوام کے مطالبہ کے مطابق یہ احکام صادر کر کے حکومت سرکار عالی نے ایک مستحسن قدم اٹھایا ہے۔ ہم نے اس سے قبل ۱۸ صفحہ اسکے اداریہ میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ نقدی اجناس کی برآمد سے جو کثیر منافع حاصل ہو سکتا ہے وہ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن خود حاصل کرے اور ان نقصانات کی پابجائی کرے جو غذائی اجناس کی خریدی و تقسیم کے ضمن میں کارپوریشن کے عائد ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے تحریر کیا تھا کہ:

"مونگ پھلی، ارنڈ اور دالوں کی فاضل پیداوار کی برآمد کمرشیل کارپوریشن کے ذریعہ جاری رہے تو مضائقہ نہیں۔ ان اجناس کی برآمد کے لئے اجازت نامے عطا کرنے کے بجائے کمرشیل کارپوریشن کو یہ کام اپنے ذمہ لینا اور خود برآمد کرنا چاہئے۔ دیہاتی اشخاص کے توسط سے برآمدات کا جاری رہنا مفید نہیں۔ گیہوں اور چاول کی درآمد کمرشیل کارپوریشن کے ذریعہ ہو رہی ہے۔ کارپوریشن گیہوں اور چاول گراں نرخ پر خرید کر ان کی درآمد کر رہا ہے اور صارفین کی سہولت کی خاطر حکومت کی مقرر کردہ نرخوں پر ان کو فروخت کر رہا ہے۔ اس طرح کارپوریشن کو لازماً نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جب یہ صورت حال ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مونگ پھلی، ارنڈ اور دالوں کی برآمد خود کارپوریشن کر کے نقصان کی پابجائی نہ کرے۔ موجودہ صورت میں جبکہ بڑے کاشتکار اور بیوپاری اجناس خوردنی کے مسئلہ میں حکومت کے ساتھ تعاون نہیں کر رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ حکومت نقصان برداشت کرے اور تاجر منافع کماتے رہیں۔"

ملک کے مسائل عامہ پر غور و خوض کرنے والے مختلف حلقوں میں ہماری اس رائے کو پسند کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ بعض پبلک کارکنوں نے بطور خود اس تجویز کو حکومت کے آگے پیش کیا ہے جس پر حکومت ہمدردانہ غور کر رہی ہے۔ اس خصوص میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ حکومت کے خود غذائی اجناس کے ضمن میں جو بار عائد ہو رہا ہے اس کی تلافی غیر غذائی اجناس کی برآمد کے ذریعہ کی جائے۔ یہ تجویز ایک اور وجہ سے بھی قابل غور ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تاجر پیشہ جماعت محکمہ رسد کی سرگرمیوں کے ساتھ جو بالکلیہ عوام کے مفاد میں جاری ہیں ہمدردی اور تعاون نہیں کر رہی ہے اور غریب عوام کی پریشانیوں سے قطعاً بے پرواہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حکومت نقصان اٹھائے اور ان انسان دشمن اشخاص کو کثیر منافع کمانے کی اجازت دے۔

حیدرآباد میں کانگریسی لیڈروں کی رہائی سے قبل اکثر یہ کہا جاتا تھا کہ جب تک ان اصحاب کی رہائی نہ ہوگی غذائی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ بعض رجحانات پبلک کارکنوں کے بیانات اور قوم پرست جماعت کے ایسے مقالے بھی کافی تعداد میں نقل کر سکتے ہیں جن میں بار بار اس خیال کو دہرایا گیا ہے کہ اگر کانگریسی لیڈروں کو رہا کر دیا جائے تو غذائی صورت حال بہتر ہو جائے گی۔ ہمیں پتہ نہیں کہ یہ خیال کامل احساس ذمہ داری کے ساتھ پیش کیا گیا تھا یا محض برطانوی ہند کی اندھی تقلید میں۔ خواہ جو بھی وجہ ہو اس تجویز پر عمل کرنے کا نتیجہ صفر نکلا۔ کانگریسی لیڈر رہا تو ہو گئے مگر ان کی رہائی سے ذخیرہ بازوں اور نفع اندوزوں کی ذہنیت پر کوئی اثر مترتب نہیں ہوا۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ حکومت کو ان حضرات سے کوئی حسن ظن نہ تھا۔ ان اشخاص کی نظربندی کو غیر ضروری خیال کر کے حکومت نے انہیں رہا کر دیا۔ وہ اگر حسن ظن سے کام لے کر ان جماعت اور افراد کے بلند بانگ دعوے پر یقین کرتی تو حکومت کو حکم رہائی کے بعد بڑی مایوسی ہوتی۔ کانگریسی لیڈر رہا تو ہوگئے مگر ان کی رہائی سے

جو جمہوریت پسند اور عوام کے دوست ہیں غذائی صورت حال کو بہتر بنانا تو کجا ایک بیان بھی جاری کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ایسا بیان جس میں تاجروں، ذخیرہ بازوں اور نفع اندوزوں کے خلاف عوام کو منظم کیا جاتا اور ان خود غرضوں کو ان کی خود غرضی اور ہوس نفع اندوزی کا مزہ چکھایا جاتا۔ صرف یہی نہیں کہ یہ صحیح عمل اختیار نہیں کیا گیا بلکہ ان ناشائستہ داروں کی مدافعت میں تقریریں کی گئیں اور بیانات جاری کئے گئے مگر ان تقاریر اور بیانات میں خاکروش عوام کی ہمدردی کی راگ ضرور الاپا گیا۔ غریب اور مفلس عوام کی ہمدردی کا دم بھرنے والے ان لیڈروں کے مشاغل سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ غذائی قوانین کے مجرمین کی سفارشیں ہو رہی ہیں۔ ان کو قانون کی زد سے بچانے کے لئے پیروی کی جا رہی ہے۔ مختصر یہ کہ غذائی صورت حال کو اس غرض کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے کہ حکومت کو پریشان اور تنگ کر کے اپنے سیاسی اور فرقہ وارانہ ——— یہ دونوں اصطلاحات مترادف ہیں ——— اغراض کی تکمیل کی جائے۔ یہ محض خدا کا فضل اور حضرت آصف جاہ سابع کا اقبال ہے کہ ان نام نہاد جمہوریت پسندوں کا پبلک میں کوئی اثر نہیں۔ ان میں سے بعض اشخاص نے پبلک کا روپیہ خرچ کر کے اور اپنا پروپگنڈہ کر کے تھوڑا بہت اثر پیدا کر لیا تھا مگر ان کے اثرات کو زائل کرنے والے خود ان ہی کی جماعت کے پیدا ہوگئے جو ان کے اندرونی خانہ کو آشکار کر رہے ہیں۔

اپنی قدیم عادت اور مسلمہ روایات کے مطابق یہ جمہوریت پسند ادارے اور افراد اپنے اغراض کی تکمیل کے لئے وہی پرانے افترا پردازی اور شر انگیزی کے فرسودہ اور ناکارہ رفتہ ہتھیاروں کا استعمال کر رہے ہیں۔ اس کی ایک دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔ غریب اور بھولے کاشتکاروں سے کہا جا رہا ہے کہ حکومت اس لئے غلہ جمع کر رہی ہے کہ اس کو بیرون حیدرآباد فوجی اغراض کے لئے روانہ کرے حالانکہ اپنے بعض بیانات میں جو حکومت اور واقف کار پبلک کو دھوکہ میں رکھنے کے لئے جاری کئے گئے تھے ان جمہوریت پسند لیڈروں نے صاف طور پر کہا تھا کہ قیمتوں پر نگرانی اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ سرکاری گوداموں میں غلہ کافی مقدار میں جمع نہ رہے۔ کاشتکاروں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ مارکٹ میں غلہ لائیں گے تو حکومت انہیں جیل بھیج دے گی حالانکہ حکومت کا عین منشا یہی ہے کہ غلہ بازاروں میں رہے تاکہ زمین تمام تاجروں کے ہاتھ نہ لگے۔ ایک اور بات یہ بھی کہی جا رہی ہے کہ اگر کاشتکار غلہ کو روک رکھے تو حکومت قیمتوں کی نگرانی برخاست کرنے پر مجبور ہو جائے گی حالانکہ جمہوریت پسند لیڈر جانتے ہیں کہ قیمتوں پر نگرانی غریب عوام کی خاطر عائد کی گئی ہے۔

جمہوریت پسند لیڈر دیہاتوں میں ایک قسم کا پروپگنڈہ کرتے ہیں اور شہروں میں دوسری قسم کا۔ شہر کی پبلک زندگی کے دو رخ ہیں۔ ایک قانون شکن، دوسرا

قانون کی رو سے انہیں بچانے والا۔ یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کی اخلاقی حالت یہی لیڈر وزرا بنے حکومت بنانا چاہتے ہیں۔ خدا نہیں اس دن سے محفوظ رکھے جبکہ جھوٹوں کی وزارت سرزمین دکن پر مسلط ہو جائے ہمیں یقین ہے کہ ان لیڈروں کے افعال قبیحہ سے حکومت اچھی طرح واقف ہو گی مگر سوال یہ ہے کہ ان کے انسداد کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ ان پبلک کارکنوں کو حکومت کا کامل تعاون حاصل ہے جو مخلص اور پبلک کے خدمت گزار ہیں۔ امداد باہمی کی ساری ایجنسیاں حکومت کے ساتھ مخلصانہ تعاون کر رہی ہیں۔ سرمایہ داروں اور لیڈروں کو یا تو عنقریب ناکامی اور شرمندگی اٹھانی پڑے گی اس تاریخ سے ملک کا تاجر اور سرمایہ دار طبقہ ان نام نہاد لیڈروں کی دوستی کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دے گا۔ اور ملک کے عوام خواہ وہ جاہل ہی سہی زیادہ دیر تک دھوکے میں نہیں رہ سکتے۔ وہ اپنے حقیقی دوست اور دشمن کو ضرور پہچان لیں گے۔

غذائی مسئلہ مملکت آصفیہ اور حکومت سرکار عالی کی بقا اور زیست کا مسئلہ ہے۔ یہ امر موجب طمانیت ہے کہ حکومت سرکار عالی کامل باخبری اور انتہائی عزم کے ساتھ ایک ایسے مسلک پر کاربند ہے جس میں بھوکے اور غریب عوام کی دائمی شکرگزاری اس کو حاصل ہو گی جبکہ عوام درمیانی نفع اندوزوں اور معاشی لیٹروں کے چنگل سے نکل کر کاشتکاروں سے قریب تر ہو جائیں گے۔ یہ صورت حال ایسی ہو گی جو ایک طرف کاشتکاروں کے لئے مفید ہو گی اور دوسری طرف صارفین کے لئے۔ اگر موجودہ غذائی بحران سے یہ بات حاصل ہو تو ہم سمجھیں گے کہ حکومت ایک نہایت اچھے موقع سے صحیح فائدہ اٹھا سکی لیکن ہم جانتے ہیں کہ حکومت ان خوش آئند امکانات سے غافل نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم حکومت کی غذائی پالیسی کی پوری تائید کر رہے ہیں۔

مولوی یوسف الدین مرحوم

معاصر "رہبر دکن" سے ہمیں دلی ہمدردی ہے کہ دو سال کے عرصہ میں یہ اخبار نہ صرف اپنے ایڈیٹر کو کھو بیٹھا بلکہ گذشتہ ہفتہ اس کے قابل مہتمم بھی اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔ "رہبر دکن" کی کامیابی کا راز مولوی یوسف الدین صاحب مرحوم کی قابلیت اور اعلیٰ کارکردگی میں مضمر تھا۔ مولوی صاحب مرحوم نہایت خلیق، وسیع النظر اور منکسر المزاج انسان تھے۔ ہر شخص سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور اپنے حسن انتظام سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ حیدرآباد میں بھی ایک اخبار کو نہایت پابندی کے ساتھ اعلیٰ پیمانہ پر اور تجارتی اصول کو پیش نظر رکھ کر چلا سکتے ہیں۔ مولوی یوسف الدین صاحب کو اخبار کی پالیسی سے بہت کم تعلق تھا لیکن جو لوگ ان سے شخصی طور پر واقف تھے وہ جانتے ہیں کہ جہاں تک ملک کا سوال پیدا ہوتا تھا مرحوم ہر قسم کا خطرہ قبول کرنے تیار ہو جاتے تھے۔ ہم ادارہ "رہبر دکن" اور مرحوم کے پس ماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ یہ اخبار اپنے مسلمہ امتیاز کے ساتھ بدستور جاری رہے گا اور ترقی کرتا جائے گا۔

پارچہ اور سوت کی قیمتوں کا تعین

ہر طرح کے کپڑے اور سوت کے لئے سارے ہندوستان میں فروخت کی انتہائی قیمتیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ اور یہ قیمتیں ان کپڑوں اور سوت پر چھاپ دی جائیں گی جو فروخت کے لئے بازار میں رکھے جائیں۔

جہاں تک ممالک محروسہ سرکار عالی میں کپڑے اور سوت کی فروخت کا تعلق ہے بعض اوقات ان کی قیمتیں سکہ عثمانیہ میں ثبت کی جائیں گی۔ خواہ کارخانے کی قیمت ہو یا چلر فروشی کی قیمت ہو۔ پبلک کو چلر فروشی کی مقررہ قیمت سے زیادہ قیمت پر مال فروخت نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ایسے کپڑے اور سوت جن پر عثمانیہ سکہ میں قیمت ثبت نہ ہو تو یہ تصور کر لیا جائے گا کہ ان کی قیمتیں کلدار سکہ میں ہیں۔ ایسی صورت میں تاجر کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ مبادلہ کی شرح پر جو ایک سو سولہ روپے دس آنے آٹھ پائی سکہ عثمانیہ ہوتی ہے قیمت مقرر کرے اور اس قیمت پر محصول کروڑگیری جو اس نے ادا کیا ہو اس کو بھی شامل کرے۔ قیمت کو کلدار سکہ سے عثمانیہ سکہ میں بدلنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ جو قیمت ثبت ہو اس میں ایک چوتھائی کا اضافہ کر دیا جائے مثلاً اگر قیمت ایک روپیہ کلدار ثبت ہو تو عثمانیہ سکہ میں یہ حساب سے ایک روپیہ چار آنے ہو گی۔ چھوٹے کاروبار کے لئے یہ حساب کا طریقہ نہایت تشفی بخش ہے۔ (پریس نوٹ)

یونان کی مدافعت اور اس کے دور رس اثرات

یونان کی مدافعت نے جنگ کی رفتار پر جو گہرا اثر ڈالا ہے اس سے حیدرآباد کے لوگ بے خبر ہیں۔ یونانیوں نے چھ ماہ تک محوریوں کی برتر افواج سے باقاعدہ جنگ کی انہیں یونان کے ہوائی اور بحری اڈے استعمال نہ کرنے دئے اور برطانیہ کو اپنی مشرق وسطی کی کمان کو کمک پہنچانے کا وقت مل گیا۔ یونانی مدافعت کا نتیجہ ہے کہ ایک طرف تو دشمن کی چیدہ و منتخب فوج اور ساز و سامان کو نقصان پہنچا اور دوسری طرف جرمنی اتنا مجبور ہوا کہ اپنے ایجنٹ (رشید علی) کو عراق کی بغاوت میں بروقت امداد دینے سے انکار کر دیا اور اتنی دیر کر دی کہ شام و ایران میں اس کے داخل ہونے کی نوبت نہ آ سکی۔ اسی تاخیر کی وجہ سے ترکی محصور ہونے سے بچ گیا اور جرمنی اس پر زیادہ شدت کے ساتھ دباؤ نہ ڈال سکا کہ ترکی اس کی فوجوں کو ایشیائے کوچک سے گزرنے کی اجازت دے۔ یونان کی اسی مدافعت کی بدولت روس کو دو ماہ کی مہلت مل گئی کہ وہ دشمن کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

کسی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ "اگر یونان لڑ کر مٹ نہ گیا ہوتا تو اس وقت تک جرمن قاہرہ اور ماسکو دونوں جگہ موجود ہوتے"۔

اس بہادرانہ مدافعت کا بدلہ لینے کی خاطر محوری دول یونان کو آہستہ آہستہ خوفناک اور فاقہ کشی کی موت کا شکار بنا رہے ہیں اب تک دو لاکھ سے زیادہ یونانی بھوک اور فاقہ سے مر چکے ہیں اور اگر خوراک اور دوا لباس اور تخم اور ان کے بچوں کے لئے دودھ نہ بھیجا گیا تو ابھی اور بہت سے یونانی لقمۂ اجل بن جائیں گے۔ یہ اشیاء بین الاقوامی انجمن صلیب احمر کے واسطے سے مہیا کر کے زیر نگرانی انہیں تقسیم کی جا سکتی ہیں۔ لیکن اس کام کے لئے روپیہ کی فوری ضرورت ہے۔ توقع ہے کہ حیدرآباد کے لوگ جو اپنی فیاضی میں مشہور ہیں اس نازک اور شدید حاجت و مصیبت کے وقت یونان کو اپنی امداد سے محروم نہ رکھیں گے۔

امداد یونان کے فنڈ میں عطیوں کی رقوم اعزازی خازن حیدرآبادی سرمایہ افزائش جنگ کے نام بھیجی جا سکتی ہیں جو انہیں متعلقہ مقامات پر پہنچا دیں گے۔

ہندوستان کا سیاسی تعطل کس طرح دور ہو سکتا ہے

مسٹر راجگوپال چاری کا مشورہ

مسٹر راجگوپال چاری نے "دی وے آوٹ" کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال پر بحث کرتے ہوئے تعطل کو دور کرنے کی ایک تجویز پیش کی ہے اور یہ مشورہ دیا ہے کہ کرپس کی پیشکش کو قبول کر لیا جائے۔ اس ضمن میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ:-

انگلستان اور ہندوستان کی باہمی کشمکش کے متعلق عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کشمکش ایک مغرور سامراج اور غیر مصالحت پسند قومیت کے مابین ہے واقعہ یہ ہے کہ جو قوتیں برسر پیکار ہیں وہ مختلف میلانات اور مختلف پہلوؤں کے حامل ہیں۔ خود برطانوی سامراج میں یک خیالی نہیں ہے۔ برطانیہ نے اپنی سلطنت اور اس کے مقبوضات کے باوجود اور کمزور ذرائع کے معاشی استحصال کے ساتھ ساتھ اپنا جمہوری طرز حکومت اور اپنی روایات آزادی کو برقرار رکھا ہے اس کی سامراجی سیاسیات میں قومی خودغرضی اور مطلق اعلیٰ نصب العین سامراجی رجحانات پر غلبہ پا جاتے ہیں تو تغیر کا رونما ہونا ممکن ہوتا ہے۔

اس کے برعکس ہندوستانی قومیت ایسی سچائی اور متحدہ قوم کی ناقابل مزاحمت جذبہ نہیں ہے جو آزادی کے راستے میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو۔ مقامی یا عارضی امور پر جذبات کی جو شدت نظر آتی ہے ہمیں اس سے گمراہ نہ ہونا چاہیے مسلمانوں کا سیاسی شعور رکھنے والے طبقے نے قومیت کا ایک متخالف جذبہ جو مذہب پر مبنی ہے پیدا کیا ہے جس کو مسلم عوام میں وسیع تر قبولیت حاصل ہے ہندوستانی کارخانہ دار ایک طرف قومیت پر خوب اصرار کرتے ہیں اور دوسری طرف وقتی حکومت کی خدمت کرکے دولت کماتے چلے جاتے ہیں۔ عوام کا افلاس اور جہالت ایک بڑا بوجھ ہے اگرچہ اس کو موجودہ نظام حکومت کی خدمت کے لئے پروپگنڈے کے طور پر استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ ریاستیں زمینداریاں اور مختلف فرقے اور فرقے صورت حال کو برقرار رکھنے کی تائید میں ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو انتہا پسند خیالات کا اظہار کرتے ہیں مگر موجودہ حالات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ کسی قسم کی مصالحت ان کے مفاد میں خلل انداز ہو۔ قوتوں کی اس کشمکش میں حکومت کی مشنری کا پرتسلط جس کی تنظیم اس قدر وسیع ہے نظر انداز کرنے کے قابل مضمر نہیں ہے۔ متضاد قوتوں کے اس تصادم کے باوجود اس مشنری کو سماجی اور معاشی تبدیلیاں پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستانی قومیت ایک عرصہ دراز سے مخالفانہ روش پر کاربند رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ محسوس کرنے کے قابل نہیں رہی کہ وہ اقتدار اور ذمہ داری کا باعزت استعمال کر سکتی ہے۔ سیاسی اقتدار کے دانشمندانہ اور موثر استعمال سے ہندوستانی قومیت بہت آگے بڑھ سکتی ہے۔ اختلاف انگیز رجحانات کو دور کر سکتی ہے اور عوام کی معاشی قوت کو ترقی دے سکتی ہے۔ عدم تشدد شورش کا ایک ذریعہ تھا لیکن سیاسی اقتدار کو عوام کے نمائندوں کے ہاتھ میں منتقل کرنے کے ذریعہ کے طور پر وہ بالکل ناکافی ثابت ہوا۔ ایسے نازک موقع پر جبکہ مزاحمت ختم اور مصالحت شروع ہونی چاہیے تاکہ اخلاقی اعتبار سے جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ برقرار رکھے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے کہ ہم نے جو کچھ حاصل کیا وہ تاریخ کے پس منظر میں چلا جا رہا ہے۔ اگر وہ لوگ جنہوں نے اس حقیقت کو محسوس کر لیا ہے کھلے طور پر اس کا اعتراف کریں اور اپنے ایقان کے مطابق عمل کریں تو سیاسی صورت حال میں حیرت انگیز تغیر رونما ہو سکتا ہے۔ اگر ہم برطانیہ سے عدم تعاون کرتے ہوئے ساری دنیا سے عدم تعاون شروع کر دیں تو کامیاب نہیں ہو سکتے۔

میرا پرزور مشورہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ کے اس پیشکش کو قبول کر لینا چاہیے جس کا اعادہ کیا گیا ہے۔ تجاویز کرپس کو قبول کرنے میں کوئی پس و پیش نہ ہونا چاہیے۔ آئندہ دستور سازی کے لئے یہی ایک عملی تجویز ہے جو ہندوستان کی مختلف قوتوں میں ہم آہنگی پیدا کر سکتی ہے۔ اگر رائے عامہ اس امر کو واضح کر دے کہ یہ حل جو برطانیہ نے پیش کیا ہے قابل قبول ہے اور یہ کہ صوبوں میں موجودہ دستور کی بحالی کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ دستور کی اس بحالی سے متحدین کے مساعی جنگ میں مزاحمت نہیں بلکہ اس کو تقویت پہنچائی جائے گی۔ اگر ایسا ہو تو صوبوں کی حکومتیں عوام کے اقتدار میں آ جائیں گی اور جو قیدی نظر بند ہیں آزاد کر دیے جائیں گے۔

یہ امید رکھنا کہ دول محور کی شکست اور متحدین کی آخری فتح کے بعد دنیا پر ایک نیا عہد سعادت طلوع ہو گا معقولیت پر مبنی نہیں۔ نہ یہ سمجھنا ہی کوئی معقول بات نہیں کہ ہر چیز اسی طرح وقوع پذیر ہو گی جیسا کہ گزشتہ جنگ عظیم کے بعد وقوع پذیر ہوئی تھی۔ گزشتہ جنگ کے مقابلہ میں اس جنگ میں عوام کو نئی تربیت ملی ہے۔ انگلستان اور امریکہ میں بڑی صنعتیں حکومت کے اختیار اور انتظام کے تحت آ گئے ہیں۔ متحدین کی فتح کے بعد روس اور چین زبردست طاقتیں ہوں گے یہ ایک یقینی امر ہے کہ دنیا میں ایک نیا نظام قائم ہو گا ممکن ہے کہ یہ نظام خود اتنا امید افزا نہ ہو جتنا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں لیکن وہ اتنا تاریک بھی نہ ہو گا جتنا کہ ہم مایوسی کی حالت میں خیال کرتے ہیں۔ اس نظام نو میں ہندوستان کو بھی حصہ لینا پڑے گا۔ یہ حصہ زیادہ شاندار ہو گا۔ اگر ملک کی قسمتوں کی تشکیل میں ہندوستان کے بہترین دل و دماغ شریک ہوں۔ ۱۹۱۹ء میں اور پھر ۱۹۳۵ء میں بھی ہم نے دستور سازی میں شرکت عمل سے انکار کر دیا تھا۔ اگرچہ اس انکار سے قومی خودداری کو برقرار رکھنے میں مدد ملی مگر کوئی مثبت فائدہ نہ ہوا اور تعمیری کام رجعت پسند ہاتھوں میں چلا گیا۔ اگر یہ غلطی پھر تیسری بار دہرائی گئی تو یہ ایک افسوسناک واقعہ ہو گا۔

تجاویز کرپس سے متعلق گفت و شنید دوران جنگ کے عارضی انتظامات کی نسبت منقطع ہوئی تھی جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ ان تجاویز کو قبول کر لیا جائے تو صوبوں میں پھر سے حکومت قائم ہو جائے گی اور ایک ایسی مرکزی حکومت تشکیل پا سکے گی جس کو صوبوں کا اعتماد حاصل ہو۔ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اغذیہ رسد و نقل جیسے اہم ترین مسائل کے انصرام کی ذمہ داری عوام کے قائدین پر عائد ہو۔ یہ بہت سنگین اور دشوار کام ہے لیکن یہ ایک حقیقی ذمہ داری ہے جو عوام کے قائدین پر عائد ہوتی ہے۔ ہم دوسرے مسائل کو ملتوی کر سکتے ہیں لیکن غذا کا مسئلہ ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔

آزادی کی کشمکش میں اگر کوئی خاص پالیسی اختیار کی گئی ہے تو اس پالیسی کو اتنا بلند نہ کرنا چاہیے کہ اس کو مذہب کا درجہ حاصل ہو جائے اور نہ اس پالیسی سے اتنا چمٹ جانا چاہیے کہ خود اس کا مقصد فوت ہو جائے ۱۹۴۲ء میں کرپس نے جو تجاویز پیش کی تھیں اور جن کا اعادہ حکومت برطانیہ نے کیا ہے کوئی ایسی سنگدل سکیم نہیں ہے جس کا قبول کرنا قومی وقار کے منافی ہو۔ ان تجاویز میں ہندوستان کی آزادانہ حیثیت کو کامل اور غیر مشروط طور پر تسلیم کیا گیا ہے اس میں شک نہیں یہ سکیم ایسی نہیں ہے جو دشواریوں سے پاک ہو۔ کوئی ایسا منصوبہ نہیں جو ان دشواریوں سے نپٹ سکتے ہیں اگر ہم میں اتنی دانشمندی ہے۔ اس بات کو نہ بھولنا چاہیے کہ اگرچہ مسٹر چرچل کے ہاتھ میں اقتدار ہے لیکن وہ مستقل نہیں ہے۔ جب یہ واضح ہو جائے گا کہ ہندوستان نے ہاتھ سے ایک معقول سمجھوتہ پر رضامندی ظاہر کی ... ۹

تعلیمی سرگرمیوں کی وسعت و ترقی

۶۴، ۲۶، ۴ لاکھ روپیہ کا مزید عطیہ

سال رواں کے موازنہ میں تعلیمات کے لئے گزشتہ موازنوں سے زیادہ گنجائش رکھی گئی ہے

ممالک محروسہ سرکار عالی کے باشندوں کی اخلاقی اور مادی ترقی کو فروغ دینے والی سرگرمیوں کی ہر شکل امداد وہ حکومت سرکار عالی کی حکمت عملی کا ایک بنیادی اصول ہے۔ چنانچہ تعلیم، صحت عامہ اور دیہی تنظیم جیسی قومی تعمیری سرگرمیوں کی وسعت و ترقی کے لئے حکومت ہمیشہ فیاضانہ رقمیں صرف کرتی رہی ہے۔ اگرچہ جنگ کی وجہ سے سرکار عالی کے مالیات پر غیر معمولی بار عائد ہو گیا ہے تاہم حکومت نے قومی تعمیری سرگرمیوں کے مصارف میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ اس کے برعکس سال رواں کے موازنہ میں ایسی تجاویز کو وسعت و ترقی دینے کے لئے مزید رقمیں فراہم کی گئی ہیں جن کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود میں اضافہ کرنا ہے۔

عوام کے نقطہ نظر اور طرز معاشرت میں تبدیلی پیدا کرنے کا اہم ترین ذریعہ تعلیم ہے اور قدرتی طور پر اسے ترجیح حاصل ہے۔ چنانچہ سررشتہ تعلیمات اور صحت عامہ کی سرگرمیوں کو وسعت و ترقی دینے کے لئے سال رواں کے موازنہ میں ۴۶، ۲۶، ۴ لاکھ روپے کی مزید گنجائش رکھی گئی ہے اور اس طرح مصارف تعلیم کی مجموعی مقدار ۹۶، ۲۰ روپے ہو گئی ہے اس زائد گنجائش کی پابجائی کے لئے دس لاکھ روپے مختص بجبرات ترقیات مابعد جنگ سے بھی شامل کئے جائیں گے جو تعلیم صحت عامہ، دیہی تنظیم اور صنعتی ترقی جیسے قومی تعمیری امور کو وسعت دینے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

تعلیمی ترقی کا یہ لائحہ عمل سررشتہ تعلیمات کے مختلف شعبوں سے متعلق ہے اور اسے روبہ عمل لانے کے لئے ۱۰ لاکھ روپے سالانہ متواتر اور ۱۰، ۵۷ لاکھ روپے غیر متواتر مصارف کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ غیر متواتر عطیے زیادہ تر مدارس کے لئے فرنیچر، آلات، اسباب اور دوسری تعلیمی ضروریات فراہم کرنے پر صرف کیا جائے گا۔

فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کے لئے ۱۰، ۳ لاکھ روپے مختص کر دئے گئے ہیں اور یہ تجویز ہے کہ حیدرآباد میں ایک زرعی مدرسہ کھولا جائے اور مختلف اضلاع میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے صنعتی مدارس بھی قائم کئے جائیں۔ اورنگ آباد و ورنگل کے موجودہ صنعتی مدارس پیشہ وارانہ فوقانی مدارس بنا دئے جائیں گے۔ ان کے علاوہ صنعتی اور فنون لطیفہ و دست کاری کے مدارس کی از سر نو تنظیم اور لڑکوں اور لڑکیوں کے پیشہ وارانہ مدارس کے اساتذہ کی تربیت کے انتظامات بھی اس لائحہ عمل میں شامل ہیں۔

ابتدائی تعلیم کے بارے میں یہ تجویز ہے کہ ایک ایک استاد والے ۱۱۰۰ مدارس کی از سر نو تنظیم کی جائے اور جن مدارس میں طلبہ کی تعداد زیادہ ہے وہاں زیادہ استاد مقرر کئے جائیں۔ اس کے علاوہ جن مقامات میں نئے مدارس قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے وہاں حسب ضرورت نئے مدرسے بھی کھولے جائیں گے تحتانی مدارس میں استادوں کی تنخواہ بالعموم کم ہوتی ہے اس لئے یہ تجویز ہے کہ ان کی تنخواہ بڑھا دی جائے۔ اور کسی کی تنخواہ ۱۵ روپے ماہانہ سے کم نہ ہو۔ اس اضافہ کی وجہ سے مصارف میں تقریباً ۵ لاکھ روپے کی زیادتی ہو جائے گی۔

ثانوی تعلیم کو وسعت دینے کی تجویز بھی زیر غور ہے چنانچہ چھ وسطانی مدارس جن میں سے تین لڑکوں کے لئے ہیں اور تین لڑکیوں کے لئے، فوقانی مدارس بنا دئے جائیں گے۔ اور لڑکوں اور لڑکیوں کے ۶ وسطانی مدارس کے لئے ضرورت کی تمام چیزیں اور ۱۵۰ مدارس کے لئے بعض چیزیں فراہم کی جائیں گی۔ پیشہ وارانہ اساس پر تعلیم دینے کے لئے تین وسطانی مدارس میں زراعت کی تعلیم بھی شروع کی جائے گی۔ ایک تجویز یہ بھی ہے کہ امدادی وسطانی اور مدارس کے کتب خانوں کی امداد میں اضافہ کر دیا جائے۔

سال رواں کے لائحہ عمل میں تعلیم نسواں کو نمایاں اہمیت دی گئی ہے اور تعلیم یافتہ بالغ عمر کی لڑکیوں کو تعلیمی اداروں میں جو ان کے واسطے خاص طور پر قائم کئے گئے ہیں شریک ہونے کی ترغیب دینے کے لئے ضروری تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ مدارس نسواں کے لئے موزوں استانیوں کی قلت دیہاتوں میں رہنے پر استانیوں کی نارضامندی، لڑکیوں کو مدرسے لے جانے کے لئے سواریوں کا ناکافی انتظام اور مدرسوں کے لئے موزوں عمارتوں کی کمی کی وجہ سے دیہاتوں میں خاص طور پر تعلیم نسواں کی ترقی میں رکاوٹ ہوتی ہے چنانچہ ان مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور توقع ہے کہ خاص سہولتوں اور رعایتوں کے فراہم ہو جانے کی وجہ سے لڑکیوں کی زیادہ تعداد مدرسوں میں شریک ہونے لگے گی۔

پست اقوام اور قدیم قبائل میں تعلیم کو مزید وسعت دینے کے لئے بھی ایک لاکھ روپے منتقل کر دئے گئے ہیں ان اقوام کے طلبا کو تعلیم کی طرف زیادہ مائل کرنے کے لئے خاص طور پر وظائف دئے جائیں گے۔ کتابیں مفت فراہم کی جائیں گی اور اسی قسم کی دوسری سہولتیں بھی بہم پہنچائی جائیں گی۔

مندرجہ بالا امور کے علاوہ ایک تجویز یہ بھی ہے کہ موجودہ امدادی مدرسوں کی امداد میں اضافہ کر دیا جائے اور جو نئے خانگی مدارس قائم ہوں ان کی بھی امداد کی جائے۔ طلبا کا باقاعدہ طبی معائنہ کرنے کے لئے مناسب انتظام کیا جا رہا ہے اور کچھ رقم انہیں دوپہر کا کھانا کھلانے کے لئے منظور کی گئی ہے۔ ورزش جسمانی کو ترقی دینے کے لئے تمام تعلیمی اداروں میں بہتر انتظامات کئے جائیں گے۔

تعلیم کی وسعت و ترقی کا یہ لائحہ عمل کئی سال کی مدت پر مشتمل ہے اور مابعد جنگ ترقیات کے تحت اس کی تدریجی تکمیل ہو جائے گی۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ایک مراسلہ نگار نے تحریر کیا ہے:۔

"بعض مقامی اخبارات نے غذائی مسائل سے متعلق خبروں اور مضامین کی اشاعت ترک کر دی ہے بالکل اسی طرح جس طرح ذخیرہ اندوزوں نے اپنا مال بازار میں لانا بند کر دیا ہے۔"

ہماری اطلاع یہ ہے کہ ملک کے ساہوکار اور تاجران غلہ نے چور بازار میں ایک خفیہ کمیٹی قائم کر کے مدیران جرائد کو ان کے اس عمل پر مبارکباد دی ہے۔

ذخیرہ باز بھی بڑا ہوشیار ہوتا ہے۔ وہ مال ایسی جگہ چھپاتا ہے جہاں تلاش کرنے کا کسی کو خیال تک نہ گزرے مثلاً سڑک کے نیچے خندق، بارلیوں میں یا غریبوں کی جھونپڑیوں میں گھاس یا کرپا کے نیچے۔ اگر گودام میں ہی مال چھپائے گا تو اس طرح کہ گودام کی آخری قطاریں اجناس خوردنی کے تھیلوں کی ہوں گی اور اس کے بعد سوکھی گھاس یا کپاس ہوگی تاکہ جو چیز نظر آئے وہ ایسی جنس ہو جو احکام نگرانی سے باہر ہو۔

اگر مال چھپانے کے طریقوں کا کوئی انعامی مقابلہ مقرر کیا جائے تو یہ کہنا مشکل ہے کہ تلنگانہ کا کوئی اول آئے گا یا مرہٹواڑی یا کرناٹک کا ذخیرہ باز۔ ایک عہدہ دار جنہوں نے ان علاقوں کا دورہ اسی ضمن میں کیا ہے یہ رائے ہے کہ تلنگانہ کا ذخیرہ باز جرأت اور ہمت میں بہت پست ہے۔ اس لئے تلنگانہ سے ذخائر اجناس کی برآمد مشکل نہیں۔ مرہٹواڑی اور کرناٹک کے علاقوں میں جرأت اور ذہانت نسبتاً زیادہ ہے مگر یا ہمی رقابتیں اس درجہ شدید ہیں کہ ہر شخص اپنے ہمسایہ کے خلاف مخبری کرتے ہوئے ایک خفیہ مسرت محسوس کرتا ہے۔ اس طرح تفتیش کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

ہماری اطلاع یہ ہے کہ سرکاری عمال پوشیدہ ذخائر سے پوری طرح باخبر تھے لیکن انہیں فوری برآمد کرنے میں ذرا تامل ہے۔ یہ تامل اس وقت رفع ہو جائے گا جبکہ وہ ذخیرہ بازوں سے جرمانہ کی آخری قسط وصول کر چکیں گے۔ اور جب مزید جرمانہ بصورت نقد حاصل کرنے کی توقع منقطع ہو جائے گی مال ضبط اور برآمد ہو جائیگا۔

ہم سوچ رہے ہیں کہ سرکاری عمال کو ان کی اس ذہانت پر مبارکباد دیں یا ذخیرہ بازوں سے اظہار ہمدردی کریں۔ نوبت یہ آگئی ہے کہ اجناس کے ذخائر کو چھپانے کی کوشش میں دولت کا ذخیرہ گھٹ رہا ہے۔

ہمارے صحافتی جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ:۔

"گزشتہ چند ماہ سے غلہ کے بیوپاریوں نے غیر خالصہ علاقہ جات کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا رکھا ہے۔ اور زیادہ مال جاگیری علاقہ میں سمٹ کر جمع ہو رہا ہے۔"

ضرورت ہے کہ ایسی جاگیرات کو سرکار خالصہ کر لیا جائے تاکہ قلت و گرانی کا مسئلہ حل ہو جائے۔

بعض مقامی ہندو پبلک کارکنوں کی یہ رائے ہے کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔

ہماری رائے یہ ہے کہ ان اصحاب کو ہندوستان کا دورہ کرایا جائے۔ ہندوستان کے دورہ کے بعد انہیں معلوم ہوگا کہ بمبئی اور احمد آباد میں مسلمان گجراتی بولتے ہیں، ملیبار میں ملیالم، مدراس میں ٹامل یا تلنگی، بنگال میں بنگالی، سندھ میں سندھی اور پنجاب میں پنجابی۔ آخر کس بنا پر کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی زبان اردو ہے۔ یا تو یہ حضرات ان علاقوں کے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے یا ہندوستان کی ہر زبان کو اردو سمجھتے ہیں۔ بہر حال اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے کیوں گریز کیا جاتا ہے کہ اردو ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے جو ہر صوبہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور جس میں مشترکہ تمدن منعکس ہوتا ہے۔

ایک متعلم السنہ نے دریافت کیا ہے کہ:۔

"مجوزہ مہاراشٹرا یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم مرہٹی اور آندھرا یونیورسٹی کا تلنگی کیوں نہیں قرار دیا گیا اور میسور یونیورسٹی میں کنڑی ذریعہ تعلیم کیوں نہیں بنائی گئی۔"

کیا ہم توقع رکھیں کہ معاصر "شیردکن" اس مسئلہ پر روشنی ڈال کر متشککین و ماہرین السنہ کو ممنون کرے گا۔

ہندی پرچار سبھا حیدرآباد کے جلسہ تقسیم اسناد میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر کاشی ناتھ راؤ ویدیہ نے فرمایا۔

"ہندی زبان کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنے کی سہولت صرف ان لوگوں کا ہی مسئلہ نہیں ہے جن کی مادری زبان ہندی ہے بلکہ ان سے زیادہ ضرورت تو یہاں کے دوسرے باشندوں کو بھی ہے۔ ہماری ریاست میں تین اہم زبانیں بولی جاتی ہیں۔ میں جب آندھرا پردیش میں جاتا ہوں تو وہاں کی تقریروں کو بڑی حد تک سمجھ پاتا ہوں کیونکہ اکثر و بیشتر الفاظ سنسکرت کے ہی ہوتے ہیں۔ یہی حال تو کی دوسری زبانوں کا ہے۔ اس لئے ہندی ہی ان مختلف زبانوں کو منسلک کر سکتی ہے اور مشترکہ زبان کا کام دے سکتی ہے۔ ہندی سنسکرت سے قریب تر ہے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ ہندی میں سنسکرت الفاظ کی بہتات نہ ہو لیکن اب میرا یہ ایقان ہے کہ اس میں سنسکرت الفاظ کی بہتات نہ ہو تو وہ دیگر صوبجاتی زبانوں سے منسلک نہیں ہو سکتی۔ ہندی پرچار سے اردو کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا۔"

اگر اس کے بعد بھی ہندو مسلم اتحاد قائم نہ ہو تو مسٹر ویدیہ کیا کر سکتے ہیں۔ یہ سارا قصور اردو کا ہے کہ وہ اتحاد کے راستہ میں حائل ہے۔ ضرورت ہے کہ اس حقیقت سے مسٹر راجگوپال چاری کو روشناس کرانے کے لئے چند خفیہ خطوط اور لکھے جائیں۔

ایک مضمون نگار تحریر فرماتے ہیں:۔

"سماجی کیفیت کا صحیح مطالعہ کر کے مختلف جذبات و احساسات اور تجربات کی واضح اور حقیقی تصویر پیش کرنے والے کو "ترقی پسند" کا نام دیا جاتا ہے۔"

سوویٹ روس میں یقیناً ایسا ہی ہوتا ہوگا مگر حیدرآباد میں "ترقی پسند" کہلانا ایک فیشن بن گیا ہے اور اس زمرہ میں ایسے افراد گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔

"لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل"

ایران کے گوشہ گوشہ میں اقبال کا چرچا ہے

حیدرآباد ۔ ۲۰ فروری ۔ کل شام ریڈی ہاسٹل میں ایرانی سیاح سید محمد علی مجازی نے علامہ اقبال اور ادبیات فارسی پر تقریر کی اس جلسہ کی صدارت مولوی عبدالوحید صاحب ناظم سررشتہ جنگلات نے کی۔

سہ ماہ روانی سکا آغاز نواب حسن یار جنگ بہادر کی افتتاحی تقریر سے ہوا۔ آپ نے مقرر کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مجازی صاحب ایران کے مشہور ادیب ہیں مختلف سرکاری خدمات دے چکے ہیں۔ آپ نے فارسی میں آپ کی (۱۴) کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ ہندوستان اور خصوصاً سلطنت آصفیہ کے بارہ میں ایک کتاب تصنیف کر رہے ہیں۔ آپ حیدرآباد اسی سلسلہ میں آئے ہوئے ہیں علامہ اقبال کے کلام کا آپ نے گہرا مطالعہ کیا ہے

سید محمد علی مجازی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس دور میں جبکہ مادیت اور روحانیت میں کشمکش جاری ہے ہم سب مشرقی ممالک کے لئے ایک چیز مشترک طور پر ورثہ میں آگئی ہے۔ جو مذہب کے بلند تر حقائق اور عقائد کے بلند تر احساس پر مبنی ہے جو ہم کو مغرب کی مادیت پرستی سے روک کر صراط مستقیم پر گامزن کرتی ہے۔ سائنس کی ترقی نے انسان کو اپنا صحیح مقام پہچاننے میں غلط رہبری کی ہے۔

آگے چل کر مقرر نے کہا کہ اقبال نے مغرب کی تاریکی کو نور میں بدل دیا مغربی فضاء کے پیدا شدہ تکدر سے شاعر مشرق کے ذہین دادراک نے جو اثرات مرتب کئے اس کو انھوں نے نظم کے ایک حسین پیرایہ میں مدون فرما دیا۔

مرحوم اقبال کی ایک ایسی گرانقدر ہستی ہے جس کا ایران کے گوشہ گوشہ میں چرچا ہے۔ جس کے کلام کو احترام کے ساتھ مساجد، خانقاہ، اور محفلوں میں گایا جاتا اور سنایا جاتا ہے۔ ادبی محفلوں اور مجالس حیات میں ان کے کلام کو شوق سے پڑھا جاتا ہے جو اقبال مرحوم کا ناقابل فراموش سرمایہ ہے جس کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی ان کا کلام حقائق سے پُر اور سبق آموز ہے اس سے قوم کی تعمیر حیات میں کافی مدد لی جا سکتی ہے۔ میں جہاں جہاں گیا انہیں کے تذکرے سنتا گیا۔ یورپ امریکہ ہر جگہ ان کی شہرت ہے ایران نے مرحوم اقبال سے بہت کچھ حاصل کیا مجھے معلوم نہیں کہ ہندوستان نے ابھی تک ان سے کسقدر فیض حاصل کیا۔ حاضرین سے اپیل کرتے ہوئے آخر میں آپ نے کہا کہ حکیم اقبال مرحوم کے بقول آپ سب حضرات سے متوقع ہوں کہ فارسی میں دسترس حاصل کرکے علامہ مرحوم سے زیادہ فیض حاصل کریں کیونکہ ان کا زیادہ تر کلام فارسی میں ہے۔

نواب حسن یار جنگ بہادر کی اختتامی تقریر پر جلسہ برخاست ہوا۔

روس کے نئے دستور پر عمل درآمد

ماسکو ۔ ۳ فروری ۔ روس کے جن نئے دستور میں سوویٹ یونین کی جمہوریتوں کو مزید اختیارات دیئے گئے ہیں اس کے تحت پہلے تقرر کا اعلان کل نشر گاہ ماسکو سے کیا گیا۔ یوکرینی جمہوریہ کے وزیر خارجہ کی جگہ پر سوویٹ یونین کے ایک حالیہ نائب وزیر خارجہ کا تقرر کیا گیا ہے۔ دوسرے تقررات میں یوکرین کی وزارت کے صدر اور نائب صدر کا تقرر بھی شامل ہے۔ (رائٹر)

برطانیہ میں رد عمل

لندن ۔ ۴ فروری ۔ روسی وزیر خارجہ مسیو مولوٹاف نے روسی دستور کا جو اعلان کیا ہے اور جس کی رو سے سوویٹ روس کی جمہوریتوں کو اپنے اپنے کیسٹینٹ بنانے کے پورے اختیارات دیئے گئے ہیں اس پر برطانوی اخبارات میں زبردست مباحثہ ہو رہا ہے۔ مسٹر ڈال ونشن نے رائے ظاہر کی ہے کہ روس نے اپنی نئی تجویز کے ذریعہ مختلف قومیتوں کے مسئلہ کے حل میں منطقی وسعت پیدا کر دی ہے۔

مسٹر ڈال مزید کہتے ہیں کہ سوویٹ حکومت اپنی قومی جمہوریتوں کے ساتھ ہمیشہ سے بڑی حکمت عملی اور فراخدلی سے پیش آتی رہی ہے اور سوویٹ طرز حکومت کی اس نمایاں کامیابی کی وجہ یہ ہے کہ سوویٹ حکومت نے اپنے مخصوص طرز حکومت کی بدولت متعدد مختلف قوموں مذہبوں اور نسلوں کو ایک دوستانہ اور ایک دوسرے کے لئے نفع بخش بنیاد پر متحد کر رکھا ہے۔

ماسکو کا اعلان جس پر طرح طرح کے تبصرے کئے جا رہے ہیں اخبار ڈیلی میل لندن کے اداریہ مضامین کا بھی موضوع بنا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ اخبار لکھتا ہے چند امور میں نئی تنظیم برطانوی سلطنت سے مشابہت رکھتی ہے اور دیگر امور میں ممالک متحدہ امریکہ سے اگر ۱۹۳۵ء کے ہندوستانی دستور کو روبہ عمل لایا جاتا تو ان دونوں سے بہتر نمونہ پیش کرتا۔

یاد ہوگا کہ سوویٹ یونین میں (۱۶) جمہوریتیں شامل ہیں اور (۲۰) قومی علاقے اقلیتوں کے لئے علیحدہ کر دئے جائیں گے۔ سوویٹ یونین کے حدود میں (۱۰۰) سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں اور متعدد قومیں اور نسلیں موجود ہیں۔ قوم۔ رنگ۔ مذہب اور درجہ تمدن سے قطع نظر تمام اقوام کے لئے مساوی حقوق سوویٹ یونین کی سیاسی جمہوریت کا بنیادی تصور ہے۔ نظم ونسق کی حیثیت ترکیبی ایسی ہے کہ وہ ہر قومی اور نسلی اقلیت کو جو انسانی نسل و سیرت کے اعتبار سے مختلف قسم کی رہتی ہو اپنی انفرادی خصوصیات کو برقرار رکھنے کے مواقع فراہم کرتی ہے بشرطیکہ وہ ایسا کرنا چاہے اور متعدد اقوام کی امتیازی ثقافتوں کی پرورش اور نشوونما میں مدد دیتی ہے اس طرح ماسکو میں سوویٹ یونین کی جو حکومت مرکوز ہے اس نے ان قومی قبائلی سماجی اور مذہبی تنازعات کو ختم کر دیا ہے جو صدیوں سے زار کے عہد حکومت میں برپا ہوتے تھے۔ (یونائٹڈ پریس)

روسی فتوحات پر اسٹالن کا فرمان

پولینڈ میں دو سو مقامات فتح کر لئے گئے

ماسکو ۔ ۴ فروری ۔ مارشل اسٹالن نے ایک خصوصی فرمان میں پولینڈ کی ۱۹۳۹ء کی سرحد کے آگے روسیوں کی ۴۰ میل کی فاتحانہ پیش قدمی کے نتائج کا خلاصہ بیان کیا ہے روسیوں نے دو سو دوسرے مقامات جن میں روؤنو بھی شامل ہے فتح کر لئے ہیں ایک پر ان کے قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ روسی دستے اب اس جگہ سے ۵ میل کے اندر تک پہنچ گئے ہیں جہاں سے ہٹلر نے روس پر اپنا حملہ شروع کیا تھا۔

روسیوں نے اس پیش قدمی میں دو ہزار سے زائد قیدی گرفتار کئے ہیں۔ اس سے زیادہ تر جنگرو کی ہیں۔

نائپر کے موڑ میں جس ۲۵ میل لمبے اور ۲۵ میل چوڑے محاذ پر پھنسی ہوئی دس جرمن ڈویژنیں اب نا امید ہو کر نکل آنے کی کوشش کر رہی ہیں پہلے یوکرینی محاذ پر روسی دستوں نے جرمنوں کو محصور علاقہ میں پیچھے کی طرف دھکیل دیا ہے۔ کل سرخ ہوا بازوں نے جو جرمن طیارے گرائے ان میں سے ایک پر پندرہ جرمن افسر تھے جو نائپر کے موڑ سے بھاگے جا رہے تھے۔

اور شمال میں روسیوں نے دریائے ناروا کے مشرقی ساحل پر کئی مقامات فتح کر لئے ہیں۔ اسٹونیا کے جنوب میں جرمن مواصلات میں تو ڑ پھوڑ مچا رہے ہیں اور روسی دستے بھی اور ساحل سمندر سے لے کر پیپسی جھیل تک جمہوریہ اسٹونیا کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں۔

ایک سے آگے بڑھنے والی روسی سپاہ پولینڈ کی ۱۹۳۹ء کی سرحد سے ۴۰ میل آگے تک پہنچ چکی ہے نائپر کی موڑ میں جو قیدی پکڑے گئے ہیں ان کا بیان ہے کہ ہٹلر نے اپنی اس سپاہ کو جو یہاں محصور ہو گئی ہے حکم دیا ہے کہ وہ آخر دم تک مقابلہ کرتی رہے لیکن اس کی حالت ابھی سے یہ ہو گئی ہے کہ دن بھر میں صرف ایک بار کھانا ملتا ہے اور بھی بہت ہی روکھا سوکھا اس کے علاوہ پیٹرول بھی ختم ہو جاتا جا رہا ہے۔ (رائٹر)

مسلم لیگ اور ہندوستان کی آزادی

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱)

سنہ ۱۹۱۶ء میں مسٹر مانٹیگو ہندوستان آئے اور کانگریس اور لیگ نے ایک متحدہ محاذ پیش کیا۔

میثاق لکھنؤ

اگر ہم کانگریس لیگ میثاق کے نمایاں خدوخال پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس میثاق میں پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں کے حقوق مرکزی حکومت میں مسلمانوں کے دوسرے اقلیتوں کی حفاظت کو جو غیر مسلم رقیبوں کی آبادی میں خاص نگہداشت دی گئی ہے۔ یہ طے پایا تھا کہ مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخابات ہوں اور صوبہ واری مقننہ میں ان کی نشستیں محفوظ رکھی جائیں۔ مرکزی مقننہ میں ان کی تعداد ایک ثلث ہو۔ اور کوئی قانون جو مسلمانوں کے مفاد پر اثر انداز ہوتا ہو۔ اگر مسلمانوں کی ۳/۴ تعداد مخالفت کرے تو منظور نہ ہو سکے گا۔

کانگریس نے مسلمانوں کے جن مطالبات کو اس وقت تسلیم کیا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں کا موقف اہم ہوتا جا رہا ہے۔ مرکز میں مسلمانوں کی نمائندگی سے متعلق جو گفتگو رہتی تھی اور ایسی قانون سازی پر جو تحدید عائد کی گئی تھی جو مسلم مفاد کے خلاف ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وفاقی دستور میں چھوٹی قوموں کی مساوات کا اصول تسلیم کر لیا گیا اور بڑی اور ترقی یافتہ قوموں سے چھوٹی اور غیر ترقی یافتہ قوموں کے مفاد کو محفوظ رکھنے کے جمہوری طریقے کو اختیار کیا گیا تھا۔

مشترکہ نصب العین

کانگریس اور لیگ کا اتحاد جو سنہ ۱۹۱۶ء میں قائم ہوا تھا ترقی پا گیا اور پہلی جنگ عظیم کے بعد جو واقعات پنجاب وغیرہ میں رونما ہوئے اس وقت سارا ہندوستان متحد تھا۔ روس کا انقلاب، مشرقی ممالک کی آزادی اور سلطنت ترکی کے انتشار نے ہندوستان کے باشندوں کو بے حد متاثر کیا۔ ایک زبردست عوامی تحریک جس کی قیادت کانگریس کی جانب سے مہاتما گاندھی، موتی لال نہرو، سی آر داس وغیرہ اور لیگ کی جانب سے مولانا محمد علی، شوکت علی، ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر انصاری کر رہے تھے سارے ملک میں پھیل گئی۔

دیکھنا یہ ہے کہ مسلم عوام کو کونسی چیز ابھار رہی تھی؟ ان کی امیدیں اور تمنائیں کیا تھیں اور وہ کس چیز کے لئے لڑ رہے تھے؟ اولاً وہ سوراج کے لئے لڑ رہے تھے اور ثانیاً وہ خلافت کے لئے اور بحیثیت مجموعی مسلمانان ہند کی آزادی کے لئے۔ تحریک خلافت کا یہی مقصد تھا جو مسلمانوں کے سامنے تھا۔ خلافت کی تحریک پر مذہبی رنگ غالب تھا مگر یہ دراصل خلاف سامراج تحریک تھی چونکہ مہاتما گاندھی اور کانگریسی لیڈروں نے اس چیز کو محسوس کر کے کانگریسی تحریک میں خلافت کے مسئلہ کو شریک کیا تھا اس لئے ہندو مسلم اتحاد کا ایک سیلاب امنڈ آتا۔

اختلافات کا آغاز

عدم تعاون کی تحریک اس لئے ناکام رہی کہ اس کے قائدین نے عوام کے آگے کوئی واضح جمہوری پروگرام نہیں رکھا تھا۔ نفس سوراج کی بھی تعریف و تحدید نہیں کی گئی۔ مزدوروں اور کاشتکاروں کے جمہوری مطالبات اور مسلم قوموں کے حق خود ارادیت کو تحریک آزادی کا جز نہیں بنایا گیا۔ تحریک عدم تعاون کی ناکامی سے سیاسی جماعتوں میں لیگ اور کانگریس میں پھوٹ پڑ گئی اور خود کانگریس میں دو جماعتیں نمودار ہو گئیں۔ کانگریس کی سوراج پارٹی پنڈت موتی لال نہرو کی قیادت میں اسمبلی میں داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی دستور پر نظر ثانی کا سوال پیدا ہوا۔ کانگریس نے ہندو مسلم سمجھوتہ کی ضرورت محسوس کی تاکہ حکومت برطانیہ کے آگے متحدہ قومی مطالبہ پیش کیا جا سکے۔ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء میں مسلم لیگ نے بھی اپنی میعادت بمبئی میں ایک قرارداد کے ذریعہ طے کیا کہ دوسری جماعتوں سے سمجھوتہ کیا جائے اس کے بعد متعدد کانفرنسیں اور جلسے ہوئے مگر اتحاد نہ ہوا بلکہ سنہ ۱۹۲۸ء میں سائمن کمیشن کے تقرر پر ملک میں غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ لیگ اور کانگریس نے سمجھوتہ کی پھر ایک بار کوشش کی۔ مسلمانوں کے مطالبات مسٹر جناح کے چودہ نکات کے ذریعہ پیش کئے گئے۔ اور کانگریس کی جانب سے نہرو رپورٹ مرتب کی گئی۔

نہرو رپورٹ

یہاں اس امر پر نظر ڈالنا ضروری ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے اہم مطالبات کیا تھے۔ نہرو رپورٹ سے انہیں کیا اختلاف تھا۔ اور آل پارٹیز کانفرنس منعقدہ کلکتہ اور آل پارٹیز کانفرنس منعقدہ کلکتہ سنہ ۱۹۲۸ء میں کوئی سمجھوتہ کیوں نہ ہو سکا۔

نہرو رپورٹ میں ایک ایسی وفاقی حکومت کی سفارش کی جس میں باقی اختیارات مرکز کو حاصل ہوں، انتخابات مشترکہ ہوں اور مسلمانوں کے لئے صرف ان صوبوں میں نشستیں محفوظ ہوں جہاں وہ اقلیت میں ہوں۔ مرکز میں جہاں مسلمانوں کو ۱/۴ نمائندگی حاصل ہو نشستیں محفوظ نہ ہوں۔ اس کے برعکس مسلمانوں کا مطالبہ یہ تھا کہ باقی اختیارات صوبوں کو حاصل ہوں۔ سندھ، بلوچستان اور صوبہ سرحد کو تمام سیاسی مراعات کے ساتھ مستقل صوبے قرار دے جائیں۔ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت برقرار رکھی جائے۔ مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخابات کا طریقہ اس وقت تک کر لیا جائے جب تک مسلمان اس کو ترک کرنے تیار نہ ہوں۔ دستور میں مسلمانوں کے مذہب اور تہذیب کے لئے خصوصی تحفظات رکھے جائیں۔ مرکز میں مسلمانوں کی نمائندگی ۱/۳ ہو۔

یہاں میں صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ سندھ، بلوچستان اور صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے لئے مراعات اور پنجاب و بنگال کے مسلمانوں کے مستقل وجود کے مطالبہ کی صورت میں مسلم قوم کا ظہور ہو رہا ہے۔

حق خود ارادیت کا مطالبہ

جب آزاد ہندوستان کے لئے ہندوستان کے باشندے دستور مرتب کرنے لگے مسلمانوں نے ہندوؤں سے یہ وضاحت چاہی کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو کس قدر آزادی حاصل ہوگی اور مسلمانوں کے نشوونما ارتقاء کے کیا امکانات ہیں۔ کانگریس اس جمہوری آزادی کے لئے برسرپیکار ہے۔ کانگریس نے عوام میں جو بیداری پیدا کی وہ مسلمانان ہند میں جمہوری ترقی کی طلب پیدا کرنے کا باعث ہوئی۔ اس قسم کی بیداری ان ہندو قوموں میں بھی پیدا ہوئی جو اب تک غیر ترقی یافتہ اور فراموش شدہ تھیں جیسے اڈیسہ، مہاراشٹرا، کرناٹک اور ٹامل وغیرہ۔ اس قسم کا قومی شعور مسلمانوں میں بھی پیدا ہوا۔ اگر اس صحت بخش جمہوری ارتقاء کو تسلیم کیا جائے اور کامل آزادی کی طمانیت دی جائے تو مسلمانوں کا اشتراک عمل حاصل ہو سکتا۔ اتحاد قائم ہو سکتا۔ اور ہندوستان بحیثیت مجموعی آگے قدم بڑھا سکتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں کیا گیا اور اتحاد قائم کرنے کی کوشش ناکام رہی اور اس عدم اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کانگریس نے سنہ ۱۹۳۰ء اور سنہ ۱۹۳۲ء میں سیول نافرمانی کی تحریک شروع کی تو مسلمان بحیثیت مجموعی اس سے الگ رہے۔ گول میز کانفرنس کے وقت اور اس کے بعد بھی سمجھوتہ کی پھر کوششیں ہوئیں لیکن یہ کوششیں بار آور نہ ہوئیں اور یہ صورت حال سنہ ۱۹۳۶ء تک جاری رہی جبکہ جدید دستور نافذ کیا گیا۔

انتخابات اور اس کے بعد

انتخابات میں کانگریس کی کامیابی اور کانگریسی اکثریت کے صوبوں میں یک جماعتی کانگریسی وزارتوں کے قیام کے بعد نتائج کانگریس کی توقع کے خلاف برآمد ہوئے۔ کانگریس کے اندر ہندو مسلم اتحاد قائم ہونے کے بجائے مسلم عوام کانگریس سے بہت دور ہٹ گئے۔ مسلم لیگ کا احیاء عمل میں آیا۔ مسلم عوام کے خلاف سامراج جذبات مسلم لیگ کے نئے نصب العین میں ظاہر ہونے لگے یعنی آزاد جمہوری مملکتوں کے قیام کے ذریعہ کامل آزادی جس میں مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کا کافی اور موثر تحفظ ہو۔ یہاں بھی یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ہندوستان کی آزادی کا جب سوال پیش ہوتا ہے مسلم قوم اپنے مطالبہ کو اپنی آزادی کی اصطلاح میں پیش کرتی ہے۔

کانگریسی وزارتوں کے زمانہ میں ہندو مسلم مسئلہ صرف یہ کہ حل نہیں ہوا بلکہ ایک بدنما صورت اختیار کر لی جب سنہ ۱۹۳۹ء میں اعلان جنگ ہوا اور کانگریسی وزراء مستعفی ہو گئے تو مسلم لیگ نے یوم نجات منایا جس کی وجہ سے ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ ایک فوری مسئلہ بن گیا۔ پھر لیگ اور کانگریس متفق نہ ہو سکے۔ کانگریس نے دستور ساز اسمبلی کا مطالبہ کیا اور لیگ ———

قرارداد لاہور کے ذریعہ پاکستان کا مطالبہ پیش کر دیا۔ اس کے بعد سے صورت حال ابتر ہوتی گئی۔

آزادی کا راستہ

پھر آخر اس کا حل کیا ہے؟ ہمارے یہ دو قومی ادارے کس طرح متفق ہو سکتے ہیں؟ اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ واضح ہو جانا چاہئے کہ مسلم لیگ اور مسلمانوں کا جداگانہ انتخابات اور جداگانہ نمائندگی سے خود مختاری اور مسلم صوبوں کے لئے باقی اختیارات کی طرف قدم بڑھانا اور اس کے بعد حق خود ارادیت اور پاکستان کا مطالبہ کرنا رجعت پسندی اور فرقہ پرستی نہیں ہے بلکہ اس کو مسلم قوم کی قومی جمہوری اور خلاف سامراج تحریک کے مختلف مدارج سمجھنا چاہئے۔ ہندوستان کی عام تحریک آزادی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا یہ مطالبہ نشوونما پاتا گیا، زیادہ واضح ہوتا گیا۔ اس مطالبہ کو عام قومی تحریک میں ایک مزاحمت سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر اقبال نے ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے خطبۂ صدارت میں کہا تھا۔ "اگر اس اصول کو کہ ہندوستانی مسلمان اپنی تہذیب اور روایات کی بنیادوں پر اپنے ہندوستانی وطنوں میں کامل اور آزاد نشوونما کا مستحق ہے مستقل فرقہ وارانہ سمجھوتہ کی بنیاد تسلیم کر لیا جائے تو وہ ہندوستان کی آزادی کے لئے اپنا سب کچھ وقف کرنے تیار ہے۔"

اگر اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو کانگریس اور لیگ میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں۔ دونوں مکمل آزادی کے حامی ہیں۔ دونوں خود ارادیت کے جمہوری اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کانگریس مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان پر اس روشنی میں غور کرے اور مسلم لیگ اپنے دستور کے لئے ترقی پسند عوامی اور جمہوری لائحہ عمل مرتب کرے تو ایک ایسی صورت حال پیدا ہوگی جبکہ ان دونوں اداروں کا اتحاد ناگزیر ہو جائے گا۔ اس بلند اور اعلیٰ مقصد کے لئے ہر محب وطن ہندوستان کو کوشش کرنی چاہئے۔

محاذ روس

یوکرین میں جرمن مقاومت کافی کم ہو گئی

ماسکو ۸ فروری۔ شمالی روس میں سرخ سپاہ نے لینن گراڈ کے جنوب میں جرمنوں کے زیر قبضہ شہر اور ریلوے جنکشن لوگا کو اور زیادہ خطرہ میں ڈال دیا۔ روس کے آدھی رات کے اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ دستوں نے لوگا کی طرف شمال مغرب سے بڑھتے ہوئے اس سے ۱۵ میل دور کے ایک شہر اور ریلوے جنکشن پر قبضہ کر لیا۔ ایک دوسرا دستہ اس سے ۲۰ میل دور کے ایک مقام تک بڑھ گیا ہے اور ایک اور دستہ تیرہ ۱۰ میل مغرب میں پہنچ گیا ہے۔ مزید اطلاعات میں کہا گیا ہے کہ روسی دستوں نے ایک وسیع محاذ پر آگے بڑھتے ہوئے دریائے اوریڈیز پار کر لیا ہے اور پچھلی اطلاعات میں روسی دستے لوگا سے صرف دس میل پر بتلائے گئے تھے۔

یوکرین میں کانیف کے محصور مورچے میں گھری ہوئی جرمن سپاہ کے گرد روسیوں کا حلقہ تنگ اور تنگ کر دیا گیا اور سرخ سپاہ کے ہراول دستے دشمن کے زیر قبضہ علاقے میں دس میل اور پندرہ میل اندر کے مقامات تک پہنچ گئے ہیں۔ یہاں جرمنوں کی مقاومت کافی کم ہو گئی ہے اور جرمن بار بردار طیارے رسد اتارنے کے لئے جو ہوائی میدان استعمال کر رہے تھے ان کو موسلا دھار بارش نے بیکار کر دیا ہے۔ اب محصور جرمنوں کو بعض چھتریوں کے ذریعہ کمک پہنچ رہی ہے۔ لیکن یہ طریقہ بھی کامیاب نہیں ہوا ہے اس لئے بہت سی جرمن چھتریاں روسیوں کے علاقہ میں جا گری ہیں۔

مزید جنوب میں نائیپر کے نشیبی علاقے میں روسیوں کے طاقت ور دبابی اور پیادہ دستے پسپا ہوتے ہوئے جرمنوں کے پیچھے نکوپول کے مغرب اور شمال مغرب میں آندھی کی طرح جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے دستے نائیپر کے دہانے کے شہر خرسان اور اس سے چند میل شمال مغرب کے شہر نکولائف کی سمت جو دریائے بگ کے دہانے پر واقع ہے بڑھ رہے ہیں۔ یہ تیسرا دستہ اپوسٹالوو کے جنوب مغرب میں اس محاذ پر آخری مرکز کریوی روگ کو بائیں سے گھیرنے کے لئے بڑھ رہا ہے۔ یہاں نکوپول پر شکست کھانے کے بعد جرمنوں کی پسپائی بڑھتی افراتفری کے عالم میں ہو رہی ہے اور محاذ جنگ کی اطلاعات میں کہا گیا ہے کہ دشمن کا ضبط و نظم اور اخلاقی قوت بالکل ختم ہو گئی ہے اور وہ عقب سے روسیوں کے ایک اور حملہ سے بچ نکلنے کے لئے سامان جنگ کی ایک کثیر مقدار چھوڑ کر بھاگ رہا ہے۔ روس کی بھاری توپیں اب نائیپر کے موڑ والے محصور علاقہ کے آر پار گولے پھینک سکتی ہیں۔ شمال مشرق سے جنوب مغرب کو اس کی لمبائی کچھ اوپر بیس میل ہے اس کا درمیانی حصہ سب سے زیادہ تنگ ہے اور وہاں پر اس کی چوڑائی پانچ میل ہے۔ (رائٹر)

ہندوستان کا سیاسی تعطل کس طرح دور ہو سکتا ہے

(بقیہ صفحہ ۲)

جو وہ اپنا برطانیہ کے سامنے بھیانک رنگ میں پیش کر رہی ہے۔ یہیں برطانیہ اور امریکہ کے بہترین مدبرین کی موثر تائید حاصل ہو جائے گی اس سے قطع نظر یا حکومت ہند کو اس موقع پر صحیح اور معقول طرز عمل سے احتراز نہ کرنا چاہئے۔ اگر ہمارے ساتھ بدعہدی کی گئی تو ہمیں کوئی نقصان نہ ہوگا جب قدامت پرستوں کی مخالفت کے باوجود برطانیہ نے ان تجاویز کا اعادہ کیا ہے تو انہیں قبول کر لینا چاہئے۔ اس طرح ہم مابعد جنگ زمانہ میں ہندوستان کے لئے تعمیری کام کر سکیں گے۔

یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ اچھا تمہاری تجویز صحیح ہے اور بہ اعتبار استدلال درست ہے لیکن ان تجاویز کو روبہ عمل لانے والا ادارہ کہاں ہے؟ کانگریسی لیڈر جیل میں ہیں۔ کانگریسی کمیٹیوں کے اجلاس نہیں ہو سکتے اور کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے جو پالیسی میں تبدیلی کرنے کا اقتدار رکھتا ہو۔ اگر یہ اعتراض صحیح ہے تو پھر تعطل کو اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک حکومت برطانیہ کانگریسی لیڈروں کو جیل میں رکھنا مناسب سمجھے۔ جب حالات بگڑ جاتے ہیں تو ہمیں اس قسم کی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن ہمیں اس سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔ گاندھی جی کے دستور عمل کے مطابق جس کو کانگریس نے ۱۹۲۰ء سے اختیار کر رکھا ہے، لیڈروں کا گرفتار ہونا اور کانگریس کمیٹیوں کا بے عمل ہو جانا ایک لازمی بات ہے۔ جب کوئی مہم بیرونی اقتدار سے اپنے انجام تک پہنچ جاتی ہے تو ہمیشہ ایک ایسی منزل پیدا ہو جاتی ہے جس میں صبر کے ساتھ انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یہ مدت کب تک باقی رہتی ہے وہ مسئلہ زیر بحث کی نوعیت اور بدلتے ہوئے حالات پر منحصر ہے لیکن جلد یا بدیر ایک ایسی نوبت آ جاتی ہے جب کہ موجودہ حالات پر از سر نو غور کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر از سر نو غور کرنے کی آزادی صرف ان لیڈروں کو حاصل ہو جو جیل میں ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند روز کے بعد اقدام کا موقع حکومت کو حاصل ہو جاتا ہے یہ ایک خطرناک نقص ہے۔ مگر ستیاگرہ پر ایسا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ اس پر ایسے خلاف قیود عائد نہیں ہو سکتے۔ محب وطن مرد اور عورتوں سے جو جیل سے باہر ہیں یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ صورت حال پر از سر نو غور کریں گے اور آزادانہ فیصلوں پر پہنچیں گے۔ ایک ذمہ داری ہے جو شہری آزادی کے ساتھ عائد ہوتی ہے۔

مرکزی مجلس مقننہ

نئی دہلی۔ ۱۰ر فروری۔ آج صبح مرکزی مجلس قانون ساز میں مسٹر سی۔ ایم۔ ترویدی سیکرٹری محکمہ جنگ نے سوالات کے وقت اعلان کیا کہ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اطالوی اسیران جنگ کو بجز چند مستثنیات کے ہندوستان سے باہر منتقل کر دیا جائے۔ حکومت کا یہ منشا ہے کہ ہندوستان میں صرف وہی اشخاص رہیں جو سعی جنگ کے ضروری کاموں میں مشغول ہیں۔ ہز مجسٹی کی حکومت نے تجویزہ منتقلی سے اتفاق کیا اور توقع ہے کہ وہ عنقریب مزید اطالویوں کی منتقلی کا انتظام کرے گی۔ ہزاروں اطالویوں کو ہندوستان سے باہر روانہ کیا جا چکا ہے۔

دریافت کیا گیا کہ آیا حکومت کی توجہ مسز سروجنی نائیڈو کی اس تجویز پر مبذول کرائی گئی ہے کہ کانگریسی لیڈروں پر ایک بین الاقوامی عدالت یا بیرون ہند سے مدعو کئے ہوئے برطانوی ججوں کی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے اور آیا حکومت نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کیا ہے تو سر ریجنالڈ میکسویل رکن داخلہ نے کہا کہ وہ اس خصوص میں حکومت کے ارادوں سے متعلق کوئی بیان دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔

سیاسی قیدیوں کی رہائی کی تحریک ناکام

اس کے بعد ایوان نے غیر سرکاری تحریکوں پر غور و بحث شروع کی۔ مسٹر لال چند نوال رائے نے ایک تحریک پیش کی جس میں گورنر جنرل باجلاس کونسل سے سفارش کی گئی کہ ان سیاسی قیدیوں کی رہائی کے احکام جاری کئے جائیں جنہیں قانون تحفظ ہند کے تحت زیر حراست رکھا گیا ہے تاکہ موجودہ تعطل حل ہو سکے۔ اور ملک کی سعی جنگ کو ترقی دی جا سکے۔ اس کی تائید مسٹر ن۔ م۔ جوشی اور مسٹر کیلاش بہاری لال نے کی۔

رکن داخلہ کی تقریر

تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے سر ریجنالڈ میکسویل نے سیاسی مسئلہ کی نسبت حکومت کی پالیسی کے بارے میں ایک اہم اعلان کیا۔ رکن داخلہ نے کہا کہ مباحثہ کے بیشتر مقررین نے دو وجوہ کی بنا پر ان قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ اس سے سعی جنگ میں مدد ملے گی اور دوسری یہ کہ اس سے سیاسی تعطل حل ہو گا۔ کانگریس پارٹی کے جنگی ریکارڈ کی تنقیح کرتے ہوئے انہوں نے ایوان کو یاد دلایا کہ اس ریکارڈ میں کوئی چیز ایسی نہیں جس سے تحریک کی توقعات حق بجانب قرار پا سکیں۔ جس وقت یورپ کی جنگی صورت حال غیر متعین تھی تو کانگریس پارٹی اور اس کے لیڈروں نے بار بار ہندوستان کی شرکت جنگ کی مخالفت کی۔ پھر جب یورپ کی جنگی صورت حال نازک ہو گئی تو کانگریس پارٹی نے دوسری جماعتوں کی رائے کا لحاظ کئے بغیر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان پر اپنا سیاسی تسلط قائم کرنا چاہا۔ آخر میں جب مشرق سے جاپانی یورش کا خطرہ پیدا ہو گیا تو کانگریس پارٹی نے سعی جنگ کو نقصان پہنچانا چاہا۔ رکن داخلہ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ خطرہ جنگ اب بھی ہندوستان سے قریب تر ہے اور ایسے حکومت مزاحمت اور تخریب کے طریقوں کے اعادہ کا خطرہ نہیں مول لے سکتی جو ماضی میں مسٹر گاندھی اور کانگریس کی خصوصیات رہی ہیں۔ تحریک میں حکومت سے خواہش کی گئی ہے کہ کانگریسی لیڈروں کو اعتماد میں لیا جائے۔ اس امر کے کسی ایما کے بغیر کہ ان اشخاص کی رہائی سے تعطل کا خاتمہ ہو گا یا سعی جنگ میں مدد ملے گی۔ اس کے برعکس مسز سروجنی نائیڈو نے حال میں دہلی میں جو بیان دیا اس سے یہ واضح ہو گیا کہ کانگریسی لیڈروں کے قلوب میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ مسز سروجنی نائیڈو کے بیان میں ان اشخاص کا جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کانگریسی لیڈر تعطل کے حل کے لئے آمادہ ہیں اور یہ کہ حکومت ہی ہے جو انہیں دوسرے اشخاص سے ملنے کی اجازت نہ دے کر سعی جنگ میں کانگریس کے تعاون کا سد باب کر رہی ہے۔ مسز نائیڈو کے بیان میں یہ بالکل واضح کر دیا گیا ہے کہ کانگریس بجز ان شرائط کے جو مجلس عاملہ کانگریس نے قرار دئے ہیں سعی جنگ میں تعاون کے لئے آمادہ نہیں ہے۔

رکن داخلہ نے آگے چل کر کہا کہ جنگ کے زمانہ میں ملک کے معاملات ایسے اشخاص کے ہاتھوں میں ہونے چاہئیں جو اپنے منتخب کرنے والوں سے روگردانی نہ کریں، جنگی نظم و نسق کی ذمہ داری میں حصہ لینے سے انکار نہ کریں، خطرہ کی موجودگی میں سراسیمہ نہ ہو جائیں اور خطرے سے اپنے لئے فائدہ نہ اٹھائیں۔ جن اشخاص نے یہ سارے کام کئے ہیں ان پر حکومت کو اعتماد محسوس ہونے سے قبل وہ اس قطعی یقین آفرینی کی خواہش کرنے میں کم از کم حق بجانب تو ہے کہ سعی جنگ میں مزید دشواری نہ ہو گی، ملک کو ہنگامہ کی حالت میں مبتلا کرنے کی کوئی مزید کوشش نہیں کی جائے گی اور سب سے زیادہ یہ کہ یہ اشخاص غیر مبہم طور پر اس امر کے موید ہیں کہ برطانیہ کے تمام وسائل و ذرائع جنگ جیتنے تک محوری دول اور خصوصاً جاپان کے خلاف انصرام جنگ کے لئے استعمال کئے جائیں۔ مسٹر عبدالقیوم نے کانگریس پارٹی کی جانب سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ انہیں تحریک سے دلچسپی نہیں ہے اور وہ اپنے لیڈروں کی رہائی کی حکومت سے بھیک مانگنا نہیں چاہتے۔ مجلس عاملہ کانگریس کی قرارداد بابتہ ۸ر اگست سنہ ۱۹۴۲ء کو واپس لینے کا کوئی سوال نہیں۔

نواب زادہ لیاقت علی خان کی تقریر

نواب زادہ لیاقت علی خان نے مسلم لیگ پارٹی کی جانب سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسز نائیڈو کے بیان میں یہ ادعا نہیں کیا گیا کہ کانگریسی لیڈر تعطل کے حل کے لئے کام کریں گے اگر انہیں رہا کر دیا جائے۔ جیل میں جو لوگ ہیں ان کے علاوہ دوسرے ہندو لیڈر بھی ہیں اور اگر وہ سیاسی تعطل کے حل میں مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کریں تو کانگریسی لیڈر مناسب وقت پر رہا ہو جائیں گے۔

تحریک رائے شماری کے بغیر مسترد ہو گئی۔

ترقیات نظام ساگر اور نوآبادکاری

ترقیات نظام ساگر اور نوآبادکاری کی اسکیم کے تحت دوسرے اضلاع کے کاشتکاروں کو ضلع نظام آباد میں آباد ہونے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ حکومت نے اس ضمن میں جو سہولتیں بہم پہنچائی ہیں۔ ان کی وجہ سے کاشتکاروں کی روزافزوں تعداد اس علاقہ میں آ رہی ہے۔ اور نئی نئی آبادیاں پائی جا رہی ہیں۔ نوآبادکاروں کے واسطے اس سال (۲۵۰) مکانات تعمیر کرنے کی تجویز ہے اور اس مقصد کے لئے (۵۰۰۰۰) روپیہ فراہم کئے گئے ہیں کاروبار شروع کرنے میں کاشتکاروں کی امداد کرنے کے خیال سے زرعی آلات۔ مویشی۔ اور بہتر قسم کے تخم بھی بطور تقاوی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اب تک ان اغراض کے تحت (۲۵) لاکھ روپیہ سے زیادہ تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ امداد باہمی کے اصول پر کاشتکاری کو فروغ دینے کی بھی کوشش کی جا رہی ہے اور اس مقصد کے لئے حکومت نے خصوصی عملہ مقرر کیا ہے۔ متعدد مواضعات میں زرعی انجمن ہائے فروخت اور غلہ کے گودام بھی قائم کئے جا چکے ہیں۔ دیہی علاقوں کو ترقی دینے کے لئے رسل و رسائل کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سڑکوں کی تعمیر اور درستی پر پوری توجہ کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے (۳) لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ چاوڑیاں اور کنوئیں وغیرہ بھی تعمیر کئے گئے ہیں اور ان کے لئے (۳۰۰۰۰) روپے ماہانہ کا متوالی عطیہ منظور کیا گیا ہے۔

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو کاشتکاری کی جانب مائل کرنے کے لئے بھی مناسب تدبیریں اختیار کی گئی ہیں۔ جس کی وجہ سے اب علاقہ نظام ساگر میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی کافی تعداد آباد ہو گئی ہے اور ان میں سے ہر شخص کو اوسطاً (۳۵) ایکر اراضی کاشت کرنے کے لئے دی گئی ہے۔

حکومت صرف موروثی کاشتکاروں کی ہی امداد نہیں کرتی بلکہ باغبانوں گلہ بانوں اور دوسرے پیشہ والوں کو بھی کافی مدد دی ہے چنانچہ کنڈل پو تعلقہ بانسواڑہ کے ایک گلہ بان کو مویشیوں کو ترقی دینے کے لئے (۱۰۰۰) روپے بطور تقاوی عطا کئے گئے ہیں۔

ترقیات نظام ساگر کی اسکیم کے تحت زرعی تحقیقات کے لئے بھی (۲۰۰۰۰) روپے فراہم کئے گئے ہیں۔ زمین کی ذرخیزی کی دریافت تجارتی اعتبار سے مفید فصلوں کی تفصیلی جانچ اور تمباکو کے متعلق تحقیقات مختلف فصلوں کے لئے پانی کی ضروری مقدار کی تعیین جیسے امور بھی اس دائرہ میں شامل ہیں۔

سیلابات کو ترقی دینے کے لئے بھی ایک اسکیم کے تحت مقامی اور دیہاتی انتظام کی انجمنوں کی

پرورش اور نگہداشت کے طریقوں کو عام کیا جائے گا۔

کنگ جارج شاہ یونان کی اپیل

کوئی تین برس ہوئے جب اٹلی نے بلا کسی اشتعال کے یونان پر ایک بزدلانہ حملہ کیا تھا دنیا کو ابھی طرح یاد ہے کہ اس موقع پر یونان کی چھوٹی سی فوج نے اپنے غنیم (محور) کو چھ ماہ تک روکے رکھا بلکہ درحقیقت اسے البانیہ کے پہاڑوں سے پیچھے دھکیل دیا۔ یہ صرف جرمن مشین کی بھرپور طاقت تھی جس کے بل پر بالآخر یونان کو ہزیمت ہوئی۔ یونان کے اس ہمت و حوصلہ پر برافروختہ ہو کر محوری اس سے خوفناک انتقام لے رہے ہیں اور انہوں نے یونان کی تمام اشیائے ضروریات سے محروم کر دیا ہے جس کی وجہ سے یونان آہستہ آہستہ فاقے کی موت مر رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرف فاقہ کشی اور بیماری کا دور دورہ ہے۔ میں معاونین اور یونان کے لئے اور خاص کر ان لوگوں کے بچوں کے لئے جو جرأت و دلیری کے ساتھ دشمن سے لڑ چکے ہیں اور اب بھی حملہ آوروں سے برسرپیکار ہیں آپ لوگوں سے جو ہندوستان میں ہیں اپیل کرتا ہوں کہ یونان کو کھانا لباس اور دوائیں مہیا کرنے میں جو امداد بھی آپ سے ممکن ہو فوراً کریں۔

امداد یونان کے فنڈ میں تمام چندے اعزازی خازن حیدرآبادی سرمایہ افراضی جنگ کے پاس بھیجے جا سکتے ہیں جو انہیں متعلقہ مقامات پر روانہ کر دیں گے۔

ختم نبوت

علامہ اقبال کا ایک بصیرت افروز مقالہ قیمت

احمدیہ پریس چارمینار

حضور کی ولیعہد دیوانی ناظم عدالت
عدالت دیوانی ضلع عثمان آباد

اشتہار

صوبہ گلبرگہ شریف

نمبر مقدمہ ۱۳۵۲ف مسل باجلاس راجہ دھونڈی راج بہادر بی اے بار ایٹ لا ناظم عدالت ضلع عثمان آباد

جھومر مل ولد ودیا رام قوم مارواڑی عمر ۵۰ سالہ پیشہ ساہوکاری ساکن موضع ابنیگاؤں تعلقہ مومن آباد ڈگریدار

بنام۔ کھنڈیراؤ و بالا صاحب و ناگنا راؤ و گوپال راؤ ولدان ناگو راؤ قوم برہمن عمر ۱۵ و ۱۲ و ۹ و ۶ سالہ نابالغان بولایت حقیقی درگا بائی زوجہ ناگو راؤ قوم برہمن عمر ۳۰ سالہ پیشہ خانہ داری و زراعت ساکن موضع کاشری پور گاؤں تعلقہ کلم۔ مدیونان

بنام۔ کھنڈیراؤ و بالا صاحب و ناگنا راؤ و گوپال راؤ ولدان ناگو راؤ قوم برہمن عمر ۱۵ و ۱۲ و ۹ و ۶ سالہ نابالغ بولایت مادر حقیقی درگا بائی زوجہ ناگو راؤ قوم برہمن عمر ۳۰ سالہ پیشہ خانہ داری و زراعت ساکن موضع کاشری پور گاؤں تعلقہ کلم۔

ہرگاہ ڈگریدار نے بمقدمہ نمبر ۱۳ ابتدائی ۱۳۴۹ف تمہارے مقابلہ میں درخواست اجرائی ڈگری نسبت رقمی (الاک۔ [illegible]) عدالت ہذا میں دائر کی چنانچہ عدالت ہذا سے اس سے قبل تمہارے نام متعدد بار سمن اجراء کئے گئے تم تعمیل سمن سے روپوش رہے لہذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۲۴ فروردی ۱۳۵۳ف روز پنجشنبہ بوقت دس بجے دن عدالت ہذا میں حاضر ہو کر مقدمہ مذکور کی پیروی و جوابدہی کرو بصورت عدم پیروی تمہارے حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی اور پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

آج بتاریخ فروردی ۱۳۵۳ف میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر دستخط سرشتہ دار مہر دستخط سرشتہ دار

اعلان

ف (۱) حفاظت آمدنی کروڑگیری کے لئے سرکار نے تقسیم انعامات مخبرین کے بابت ایک منتظرہ منظوری ہوئی ہے۔

ف (۲) ملک کے قانون نافذہ کی خلاف ورزی کا انسداد ہر شہری کا فریضہ ہے جس میں سرزمین بھی شامل ہیں اس لئے سرشتہ توقع کرتا ہے کہ خوش باش اصحاب دیگر اشخاص جن کو جرائم مندرجہ ذیل کے بابت کسی طرح پتہ چلے۔ واقعات کی نسبت مخبری کریں تو ان کو حسب مناسب معقول انعامات دیئے جائیں گے۔

جرائم کروڑگیری

۱۔ بلا ادائی محصول مال درآمد و برآمد کرنا یا اس کا اقدام کرنا۔
۲۔ زیادہ قیمت کے مال کی کم قیمت بتلا کر محصول بچانا۔
۳۔ معافی داران کے نام محصولی مال درآمد کر کے محصول بچانا۔ ۴۔ خلاف قانون ڈکلریشن دینا۔

ف (۳) مخبرین کو علاوہ مذکورہ بالا مخصوص انعامات کے ان کی اطلاعات پر جن مقدمات میں ماخوذین کو جرمانہ ہوگا اس کی نصف رقم بھی بطور انعام دی جائیں گی خواہ قیمت مال کچھ ہی ہو۔ ف (۴) مخبرین کے نام حسب خواہش راز میں رکھے جائیں گے کیونکہ اکثر مخبرین اس تصور سے کہ مخبری کو کسر شان سمجھتے ہیں یا ایسی اطلاع دہی سے تعلقات کے خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جس کی وجہ سے [illegible] ضروری اطلاع نہیں دی جاتی ہے اور [illegible] کسی صورت میں ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ ف (۵) [illegible] اطلاع مخبری کی مناسب پوچھ گچھ اور تصدیق کی جائے گی۔ ف (۶) درخواست مخبری جو [illegible] ناظم صاحب کروڑگیری کے [illegible]

[illegible] ناظم کروڑگیری

قائم شدہ [illegible]ء

سید عبدالرزاق اینڈ کمپنی

کیمسٹ خاص اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

شاخیں		صدر دفتر
۲ آکسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد	عابد روڈ	چار کمان حیدرآباد دکن
فون نمبر [illegible]	فون نمبر [illegible]	فون نمبر [illegible]

پارچہ جات

ایف۔ ڈی۔ خان اینڈ کمپنی

محی الدین بلڈنگ حیدرآباد دکن — فون نمبر [illegible]

فون نمبر [illegible]

خزانہ عامرہ کی موڑ پر

بنارسی مال

کا مخزن

رام بخش بجے چند (لاڈ بازار)

بیوپاریوں اور آڈر پر سپلائی کرنے والا

ہندوستان کے بہترین ٹائلٹ

نائسلا

نائسلا کریم، اسنو، پرلین ٹائین، آمنڈ ہیر آئیل، لیونڈر استعمال کیجئے۔

سول ایجنٹ:۔

ریڈیو اینڈ ناکی ہوز

روبرو حیدرآباد اسٹیٹ بنک سیاہ گڑ توپ

مہاراجہ ویٹیبل ہیر آئیل

طلائی تمغہ یافتہ

بالوں کو بڑھاتا ہے اور سفیدی کو روکتا ہے دماغ کو قوت آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچاتا ہے اور فرحت بخشتا ہے۔

قیمت فی شیشی (عہ۴)

بھگوان اینڈ کمپنی گلزار حوض حیدرآباد

تاج محل

ہیر ڈریسنگ سیلون

لیڈیز اینڈ جنٹس

روبروئے دواخانہ ڈاکٹر کرو سکر پتھر گٹی بازار حیدرآباد

چند منتخب کتابیں

دروازہ۔ از کرشن چندر (ڈرامے) عـ۱۲ ؍
سمن پوش۔ از کنہیا لال گور کھپوری (افسانے) عـ۳ ؍
آفتاب تازہ۔ از حسان (بی اے) عـ۲ ؍
شوہر کا روگ۔ از نسیم انہونوی (ناول) عـ۳ ؍
کنول۔ از برق موسوی (رومانی منظومات) ۱۰
زندگی کے موڑ پر۔ از کرشن چندر (طویل افسانہ) عـ۱۲ ؍
زنجیریں۔ از محمد امین شرقپوری (افسانے) عـ۵ ؍
طوفان حوادث۔ از شبیر حسین مہری (ناول) ۱۰
سنگ و خشت۔ از راحق (المشرقی مرزائیہ منظومات) عـ۱۲
سوز زندگی۔ از سید منظور (مجموعہ کلام) عـ۱۲
کراچی صحت نمبر ۱۵

مکتبہ کی نئی مطبوعات کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے

مکتبہ ابراہیمیہ

حیدرآباد دکن

حیدری پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن اشاعت نیاز ملک سیاہ گڑ توپ سے شائع ہوا۔